ڈاکٹر محمد رفیع الدّین مرحُوم و مغفور کی آخری تحریر:

دیباچہ

حکمتِ اقبال

[ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم و مغفور کی آخری تصنیف 'حکمتِ اقبال' ہے جس کی طباعت کے مراحل ان کی وفات حسرت آیات سے چند ہی روز قبل مکمل ہوئے تھے۔ بڑے سائز پر نہایت باریک اور گنجان کتابت کے قریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل اس درجہ عالمانہ کتاب کو علمی کتاب خانہ اردو بازار لاہور نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب پر مفصل تبصرہ تو انشاء اللہ جلد ہی پروفیسر محمد منور صاحب کے قلم سے پیش ہوگا۔ فی الحال اس کا دیباچہ ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے ——— کہ اس سبب سے کہ ہمارے اندازے میں یہی ڈاکٹر صاحب کی آخری تحریر ہے اور اس اعتبار سے اس کو اب ایک تاریخی حیثیت حاصل ہو گئی ہے اور زیادہ تر اس وجہ سے کہ اس میں ڈاکٹر صاحب نے نہ صرف یہ کہ اپنی جملہ تصانیف کا اجمالی تعارف خود کرا دیا ہے ——— بلکہ اپنے پورے تصنیفی سلسلے کے معنوی ربط کو بھی واضح کر دیا ہے۔ اس طرح اس مختصر سی تحریر کو ڈاکٹر صاحب کی تصانیف کے مطالعے کی خواہش رکھنے والے لوگوں کے لئے ایک قیمتی کلید کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے!! (مدیر ———)]

عرصہ دراز تک اقبال کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اقبال کے تصوّرات علمی اور عقلی اعتبار سے نہایت برجستہ۔ زوردار۔ درست اور ناقابل تردید ہیں اور اگرچہ یہ تصوّرات اس کی نظم اور نثر کی کتابوں میں جا بجا بکھرے ہوئے پڑے ہیں۔ تاہم ان میں ایک علمی اور عقلی ربط موجود ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سب کے سب صرف ایک تصور سے ماخوذ ہیں جسے اقبال خودی کا تصوّر کہتا ہے۔ لہٰذا اقبال کی تشریح کا مطلب یہ ہونا چاہیئے کہ خودی کے مرکزی تصوّر کے ساتھ اس کے دوسرے تمام تصوّرات کے علمی اور عقلی ربط کو واضح کیا جائے اور اگر ایسا کرنے کے بغیر اس کی کوئی تشریح کی جائے گی تو وہ مسلمانوں کے لئے بالعموم اور غیر مسلموں کے لئے بالخصوص پوری

طرح سے قابل فہم اور تسلی بخش نہیں ہو سکے گی۔ درا صل اس وقت بھی اقبال کے خیالات کے متعلق جس قدر غلط فہمیاں مسلمانوں یا غیر مسلموں میں پائی جاتی ہیں ان کا سبب یہی ہے کہ اقبال کے خیالات کی علمی اور عقلی ترتیب اور تنظیم مہیا نہیں کی گئی۔ دوسرے الفاظ میں میرا نتیجہ یہ تھا کہ اقبال کا فلسفہ دنیا کے اور بڑے بڑے فلسفوں کی طرح بالقوہ انسان اور کائنات کا ایک مکمل اور مسلسل فلسفہ ہے جس کا امتیازی وصف یہ ہوتا ہے کہ اس کے تصورات میں ایک عقلی یا منطقی ترتیب اور تنظیم وجود ہوتی ہے جو اسے موثر اور یقین افروز بناتی ہے۔ اور اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اقبال کے تصورات کی مخفی عقلی ترتیب اور تنظیم کو آشکار کر کے اس کے فکر کو ایک مکمل نظام حکمت (PHILOSOPHICAL SYSTEM) کی شکل دی جائے تاکہ وہ نہ صرف پاکستان کے اندر پوری طرح سے قابل فہم بن جائے بلکہ دنیا کے آخری باطل شکن عالمگیر فلسفہ کی حیثیت سے دنیا کے علمی حلقوں میں اپنا مقام حاصل کر سکے۔ لہٰذا میں نے ارادہ کیا کہ جہاں تک ممکن ہو خدا کی توفیق سے اس کام کو انجام دینے کی کوشش کی جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ نہایت ضروری تھا کہ اس کام کو انجام دینے کے لئے جو کتاب لکھی جائے اس میں ذیل کے راہ نما اصولوں کو شروع ہی سے مدنظر رکھا جائے۔

اول - ایک فلسفہ یا نظام حکمت اشخاص کی سند یا شہادت پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ علمی حقائق اور عقلی استدلال پر اپنا دارومدار رکھتا ہے۔ اس کے کسی تصور کو اس لئے نہیں مانا جاتا کہ کوئی شخص اس کی حمایت یا سفارش کر رہا ہے بلکہ اس لئے مانا جاتا ہے کہ وہ ایسے علمی حقائق پر مبنی ہے جو معلوم اور مسلم ہے۔ یا جن کے عقب میں ایسا زوردار عقلی استدلال موجود ہے جو ان سے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتا۔ اگر فلسفہ میں سند یا شہادت پیش کی جائے تو وہ صرف موثر علمی اور عقلی استدلال کے بعد اس کے نتائج کی تائید مزید کے لئے ہی ہو سکتی ہے اور وہ بھی فلسفی کی اپنی نہیں بلکہ ایسے دوسرے اشخاص کی سند اور شہادت ہی ہو سکتی ہے جن کے فکر کی عظمت پہلے سے مسلم ہو جس طرح ہیگل یا کسی اور فلسفی نے اپنے کسی حکیمانہ نکتہ کو ثابت کرنے یا لوگوں سے منوانے کے لئے کبھی اپنا ہی قول بطور دلیل کے پیش نہیں کیا۔ ہم بھی اقبال کے نظام حکمت کی تدوین کرتے ہوئے اقبال کے کسی حکیمانہ نکتہ کو ثابت کرنے یا لوگوں سے منوانے کے لئے خود اقبال کا ہی کوئی قول بطور دلیل کے پیش نہیں کر سکتے اور خود اقبال نے بھی اپنے تصورات کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے کبھی اپنے قول کو بطور دلیل کے پیش نہیں کیا بلکہ قوانین قدرت اور حقائق علمی کی طرف اشارے

کئے ہیں۔ لہٰذا اقبال کے نظامِ حکمت کی تدوین کے لئے جو کتاب لکھی جائے گی اس میں اقبال کا حوالہ نہیں دیا جائے گا بلکہ فقط علمی حقائق اور عقلی استدلال کی مدد سے اقبال کے تصورات کی صحت اور معقولیت کو ثابت کیا جائیگا۔

دوئم۔ اقبال کے تصورات کو علمی اور عقلی اعتبار سے مرتب اور منظم کرنے اور ان کی صحت اور معقولیت کو واضح کرنے کے لئے ضروری ہوگا کہ تمام ایسے علمی حقائق کو کہ عقلی اور علمی بنیادوں کے کام میں لایا جائے جو آج تک دریافت ہو چکے ہیں اور اقبال کے تصورات کی تائید کرتے ہیں خواہ ان کو دریافت کرنے والا فلسفہ یا سائنسدان کوئی ہو اور دنیا کے کسی خطہ سے تعلق رکھتا ہو۔

سوئم۔ ان تمام حکیمانہ تصورات اور نظریات کو علمی اور عقلی اعتبار سے غلط ثابت کیا جائے گا جو اقبال کے فکر اور اس کے تصورات سے ٹکراتے ہیں کیونکہ وہ درحقیقت صحیح نہیں ہیں اور معقول استدلال کی روشنی میں ان کو غلط ثابت کیا جا سکتا ہے۔ ایسا کرنے کے بغیر اقبال کے اپنے حکیمانہ تصورات کی صحت اور معقولیت کی پوری پوری وضاحت نہ ہوسکے گی اور لوگوں کو معلوم نہ ہوسکے گا کہ آیا کسی خاص فلسفیانہ مسئلہ کے متعلق صحیح نقطہ نظر اقبال کا ہے یا اُن نظریات کا جو اس کے فکر کے بالمقابل ہیں اور اگر صحیح نقطہ نظر اقبال ہی کا ہے تو اس کی علمی اور عقلی وجوہات کیا ہیں۔

چہارم۔ کتاب انگریزی زبان میں ہوگی تاکہ دنیا کے علمی حلقوں میں اقبال کے فلسفہ کو پڑھا اور پرکھا جاسکے دوسرے فلسفوں کے بالمقابل اس کے علمی مقام کو معین کیا جا سکے اور اس کی معقولیت اور عظمت کو تسلیم کیا جا سکے۔

ان راہنما اصولوں کی روشنی میں اقبال کے نظامِ حکمت کی تدوین کے لئے جو کتاب لکھنے کی توفیق مجھے خدا نے عطا کی ہے اس کا نام آئیڈیالوجی آف دی فیوچر (IDIOLOGY OF THE FUTURE) ہے۔ یہ کتاب جون ۱۹۴۲ء میں مکمل ہوئی تھی اور اگست ۱۹۴۶ء میں طبع ہوئی تھی اس کتاب کی اشاعت کے قریباً بیس سال بعد میں نے ان ہی راہنما اصولوں کی روشنی میں فلسفہ تعلیم پر اس کتاب کے ایک باب کی مزید تشریح اور توسیع کر کے ایک اور کتاب لکھی جس کا نام تعلیم کے ابتدائی اصول (FIRST PRINCIPLES OF EDUCATION) ہے۔ دراصل میری ساری تحریریں "آئیڈیالوجی آف دی فیوچر" (یعنی اقبال کے فلسفہ خودی) کے تصورات اور موضوعات کی مزید تشریح اور توسیع کے طور پر ہی لکھی گئی ہیں۔

چونکہ اقبال نے اپنے فلسفۂ خودی کے ذریعے سے اسلام ہی کی فلسفیانہ تشریح کی ہے اور فلسفۂ خودی اسلام ہی کا فلسفہ ہے۔ لہٰذا اگر میری کتاب "آئیڈیالوجی آف دی فیوچر" اقبال کا نظام حکمت ہے تو پھر وہ معاً اسلام کا نظامِ حکمت بھی ہے لیکن چونکہ یہ کتاب بظاہر مطلق فلسفہ کی کتاب ہے جس میں نہ تو اقبال کا کوئی حوالہ ہے اور نہ قرآن اور حدیث کا۔ اس لئے اس کے پڑھنے والے اسے بالعموم فلسفہ اقبال یا فلسفہ اسلام کی حیثیت سے نہیں بلکہ مطلق فلسفہ کی حیثیت سے پڑھتے رہے ہیں۔ لہٰذا اس کتاب کی اشاعت کے بعد بھی ایک طرف اقبال کے چاہنے والوں کی یہ شکایت باقی رہی کہ اقبال پر لکھنے والوں میں سے کسی نے اقبال کے فلسفہ خودی کو ایک عقلی نظام کے طور پر پیش نہیں کیا۔ یا اس کی مکمل تشریح نہیں کی اور دوسری طرف اسلام سے دلچسپی رکھنے والے بھی بدستور یہ کہتے رہے کہ اس دور میں اسلام سے برگشتہ تعلیم یافتہ مسلمانوں میں اور غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کے لئے تعلیمات اسلام کی علمی اور عقلی بنیادیں واضح کرنے اور اسلام کو ایک نظام حکمت کے طور پر پیش کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس صورت حال کی بنا پر میں نے سمجھا کہ ہماری قوم کے ذوق کے پیش نظر اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اقبال کے فلسفہ خودی پر دو اور کتابیں لکھی جائیں جن میں سے ایک تو ایسی ہو کہ اس میں فلسفہ خودی کو قرآن اور حدیث کے حوالوں کے ساتھ اسلام کے ایک فلسفہ کے طور پر پیش کیا جائے اور دوسری ایسی ہو کہ اس میں فلسفہ خودی کو اقبال کے حوالوں کے ساتھ اقبال کے فلسفہ کے طور پر پیش کیا جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے دونوں کتابیں لکھنے کی توفیق دی۔ پہلی کتاب جس کا عنوان "قرآن اور علم جدید" ہے۔ میں نے ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے لئے ۱۹۵۱ء میں لکھی تھی اور دوسری کتاب "حکمت اقبال" کے نام سے اب پیش کر رہا ہوں حاصل یہ ہے کہ جس حد تک مجھے خدا کی توفیق حاصل ہوئی ہے میں نے یہ تینوں کتابیں اس طرح لکھی ہیں کہ مجھے امید ہے کہ جو احباب اقبال کے فلسفہ خودی کا یا اسلام کا مطالعہ ایک خالص اور منظم فلسفہ یا سائنس کے طور پر کرنا چاہتے ہیں وہ میری کتاب "آئیڈیالوجی آف دی فیوچر" کا مطالعہ مفید مطلب پائیں گے (اس کتاب کے تیسرے ایڈیشن کے ناشر شیخ محمد اشرف کشمیری بازار لاہور ہیں) اور جو فلسفہ خودی کا مطالعہ اسلام کے ایک فلسفے کے طور پر کرنا چاہتے ہیں وہ میری کتاب "قرآن اور علم جدید" کا مطالعہ دلچسپی کا باعث پائیں گے اور پھر جو فلسفہ خودی کا مطالعہ اقبال کے حوالوں

(باقی صفحہ ۸ پر)